بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصول حدیث، اصول مناظرہ ودیگر بیسیوں اہم اصولوں وفوائد پر مشتمل کتاب

جس کے مطالعہ سے مناظرانہ قوت استدلال پیدا ہوسکتی ہے

شائقین فن مناظرہ کیلئے بیش بہا تحفہ

تالیف

87۔جنوبی لاہور روڈ سرگودھا فون 048-3881487

نام کتاب: انوارات صفدر

مؤلف: مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

کمپوزنگ: محمد مسلم فاروقی، محمد عمران صفدر

ڈیزائننگ: ملک اعجاز حسین

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا
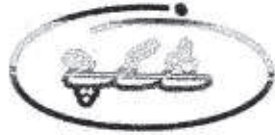
(۱) مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

(۲) مکتبہ امدادیہ ملتان

(۳) مکتبہ حقانیہ ملتان

(۴) مکتبہ مجیدیہ ملتان

(۵) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

(۶) قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

(۷) مکتبہ عمر فاروق نزد جامعہ فاروقیہ کراچی

(۸) اظہر اسلامک کیسٹ سنٹر رحیم یار خان

(۹) مکتبہ فاروقیہ محلہ جنگی پشاور

(۱۰) دار الکتب صدر پلازہ محلہ جنگی پشاور

53: ابن مہدیؒ فرماتے ہیں علم حدیث کی معرفت الہامی چیز ہے اگر علل حدیث کے عالم کو تو یہ بات کہے کہ تو نے یہ بات کہاں سے کہی تو اس کے پاس دلیل نہ ہوگی اور کتنے اشخاص ایسے ہیں دلیل کو بیان نہیں کر سکتے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ایک مجتہد کا ظن دوسرے پر حجت نہیں ہوتا
۔

54: میں کہتا ہوں اس نے اس بات پر دلالت کی کہ راویوں کی تضعیف وتوثیق امر اجتہادی ہے امام ترمذیؒ کتاب العلل میں فرماتے ہیں "ائمہ اھل علم کا راویوں کی تضعیف میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ باقی علوم میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ (ق ۵۰)

55: امام ذھبیؒ "تذکرۃ الحفاظ" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "یہ حاملین علم نبوی کے عادل لوگوں کا تذکرہ ہے اور ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کی رائے کی طرف توثیق وتضعیف تصحیح وتضعیف میں رجوع کیا جاتا ہے۔ (ق ۵۳)

56: اور اسمیں تصریح ہے کہ رجال کی توثیق وتضعیف اور احادیث کی تصحیح وتضعیف امر اجتہادی ہے جو اختلاف کی گنجائش رکھتا ہے۔ کسی راوی کے بارے میں ایک کی جرح سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ تمام کے نزدیک مجروح ہو۔ (ق ۵۴)

57: امام نوویؒ اپنے مسلم کے مقدمہ میں فرماتے ہیں عیب لگانے والوں نے مسلم پر ضعفا کی ایک جماعت سے اپنی صحیح میں روایت لانے پر عیب لگایا ہے حالانکہ یہ عیب نہیں ہے۔
اسکا جواب کئی وجوہ سے ہے جن کو ابن صلاحؒ نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے راوی ان کے غیر کے نزدیک ضعیف ہو اور ان کے نزدیک ثقہ ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اس لئے کہ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جرح مفسر ثابت ہو اور اگر ایسے نہ ہو تو جرح مقبول نہ ہوگی۔ (ق ۵۴)

58: میں کہتا ہوں ائمہ کی تصریحات اس پر کہ جرح وتعدیل امر اجتہادی ہے شمار سے

زائد ہے اور جو ہم نے حوالہ جات ذکر کئے ہیں وہ کافی ہیں۔ پس ایک کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کے ہاں بھی صحیح ہے۔ اور ایک کے نزدیک ضعیف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کے نزدیک بھی ضعیف ہو۔ پس سمجھ لے اور غافلین میں سے نہ بن۔ (ق ۵۵)

تصحیح وتضعیف کے متعلق اہم اصول وقواعد کا بیان:

علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں اور جب کہا جائے یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اوصاف مذکورہ کے پائے جانے کا ساتھ اس کی سند متصل ہے پس ہم نے ظاہر اسناد پر عمل کرتے ہوئے اس کو قبول کرلیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ واقعتاً یقینی طور پر صحیح ہے اس لئے کہ ثقہ راوی سے بھی کبھی خطا ونسیان ہو سکتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اس سے جس نے کہا کہ خبر واحد قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور جب کہا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب نہیں کہ واقع نفس الامر میں بھی یہ جھوٹ ہے اس لئے کہ کبھی کثیر الخطا راوی بھی درست روایت بیان کر دیتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے۔ (ق ۵۶)

60: میں یہ کہتا ہوں پس جب ضعیف حدیث کی صحت پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو اس سے دلیل پکڑنا جائز ہے جیسا کہ اگر صحیح حدیث کے خلاف کوئی قرینہ پایا جائے تو اس کا ترک جائز ہے۔ جیسا کہ آنے والے قطعہ میں آئے گا۔ (ق ۵۶)

61: محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں امام مسلمؒ نے اپنی کتاب میں بہت سے ایسے راویوں سے روایت لی ہے جو جرح سے سالم سے نہیں ہیں۔ اسی طرح بخاری میں ایک جماعت متکلم فیہ راویوں کی ہے۔ پس راویوں کے بارے میں معاملہ علماء کے ان کے بارے میں اجتہاد پر گھومتا ہے حتی کہ ایک ایک شرط کا اعتبار کرتا ہے دوسرا اس کو لغو قرار دیتا ہے وہ اس سے روایت کرتا ہے جس میں وہ شرط نہیں پائی جاتی اور وہ اس کے معارض ہونے کے لئے کافی سمجھتا ہے جو اس شرط پر مشتمل ہے۔ اسی طرح اس کے بارے میں کہ وہ راوی کو ضعیف قرار دیتا ہے دوسرا

زائد ہے اور جو ہم نے حوالہ جات ذکر کئے ہیں وہ کافی ہیں۔ پس ایک کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کے ہاں بھی صحیح ہے۔ اور ایک کے نزدیک ضعیف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کے نزدیک بھی ضعیف ہو۔ پس سمجھ لے اور غافلین میں سے نہ بن۔ (ق۵۵)

تصحیح وتضعیف کے متعلق اہم اصول وقواعد کا بیان:

علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں اور جب کہا جائے یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اوصاف مذکورہ کے پائے جانے کا ساتھ اس کی سند متصل ہے پس ہم نے ظاہر اسناد پر عمل کرتے ہوئے اس کو قبول کر لیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ واقعتاً یقینی طور پر صحیح ہے اس لئے کہ ثقہ راوی سے بھی کبھی خطا ونسیان ہو سکتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اس سے جس نے کہا کہ خبر واحد قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور جب کہا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب نہیں کہ واقع نفس الامر میں بھی یہ جھوٹ ہے اس لئے کہ کبھی کثیر الخطا راوی بھی درست روایت بیان کر دیتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے۔ (ق۵۶)

60: میں یہ کہتا ہوں پس جب ضعیف حدیث کی صحت پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو اس سے دلیل پکڑنا جائز ہے جیسا کہ اگر صحیح حدیث کے خلاف کوئی قرینہ پایا جائے تو اس کا ترک جائز ہے۔ جیسا کہ آنے والے قطعہ میں آئے گا۔ (ق۵۶)

61: محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں امام مسلمؒ نے اپنی کتاب میں بہت سے ایسے راویوں سے روایت لی ہے جو جرح سے سالم سے نہیں ہیں۔ اسی طرح بخاری میں ایک جماعت متکلم فیہ راویوں کی ہے۔ پس راویوں کے بارے میں معاملہ علماء کے ان کے بارے میں اجتہاد پر گھومتا ہے حتی کہ ایک ایک شرط کا اعتبار کرتا ہے دوسرا اس کو لغو قرار دیتا ہے وہ اس سے روایت کرتا ہے جس میں وہ شرط نہیں پائی جاتی اور وہ اس کے معارض ہونے کے لئے کافی سمجھتا ہے جو اس شرط پر مشتمل ہے۔ اسی طرح اس کے بارے میں کہ وہ راوی کو ضعیف قرار دیتا ہے دوسرا

اس کو ثقہ قرار دیتا ہے۔ ہاں غیر مجتہد جو بنفسہ راوی کے معاملہ سے باخبر نہیں اس کا دل اس طرف مطمئن ہو جائے گا جس جانب اکثر ہوں گے اور جو شرائط کے اعتبار اور عدم اعتبار میں خود مجتہد ہوگا اور راوی کے حالات سے باخبر ہوگا وہ صرف اپنی رائے کی طرف رجوع کرے گا (ابن ھمام کا قول ختم ہوا)۔

پس کیسے ممکن نہیں ہے کہ صحیح سند کو ایسے قرینہ کی وجہ سے جو اس کے فی نفس الامر ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے اس کو ضعیف قرار دیا جائے اور حسن روایت کسی دوسرے قرینہ کی وجہ سے صحت تک پہنچ جائے جیسا کہ ہم نے اکابر صحابہ کے عمل کو اپنے قول کیموافق ذکر کیا ہے۔ ان کا اس حدیث کے مقتضی کو ترک کرنے کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح اکابر سلف کا عمل تھا۔ (ق ۵۷)

62: مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرتا ہے تو یہ اس کی صحت کی دلیل ہوتا ہے جیسا کہ ابن ہمامؒ کی التحریر وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔ (ق ۵۷)

63: تدریب الراوی میں موجود ہے کہ ابوالحسن بن الحصار تقریب المدارک علی موطا مالک میں فرماتے ہیں کبھی فقیہ جب حدیث کی سند میں کذاب راوی نہ ہو اس حدیث کے کتاب اللہ کے موافق ہونے یا بعض اصول شریعہ کے موافق ہونے کی وجہ سے اس کی صحت کو جان لیتا ہے اور اس کو قبول کر لیتا ہے اور قابل عمل قرار دے دیتا ہے۔

64: میں کہتا ہوں ایسی حدیث صحیح لغیرہ ہوگی نہ کہ صحیح لذاتہ جیسا کہ امام سیوطیؒ کی وہ کلام جو اس قول مذکور کے متصلا بعد تدریب میں مذکور ہے وہ بتلا رہی ہے۔

65: حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر میں اس حدیث کے بارے جس پر امام بیہقیؒ نے کلام کیا ہے فرماتے ہیں "اس حدیث سے احمد اور ابن منذر نے استدلال کیا ہے اور ان کا اس پر اعتماد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے"۔

66: میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں اسی طرح ہر مجتہد کا کسی حدیث کے بارے میں یقین واعتماد

میں اس پر دلالت ہوتی ہے کہ حدیث اس کے نزدیک درست ہوتی ہے، پس سمجھ لیجیے۔

67: ابن جوزیؒ التحقیق میں فرماتے ہیں جب کسی حدیث کو محدث نقل کرے اور حافظ اس سے استدلال کرے تو دل یہی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ میں مذکور ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں "ابن حزمؒ نے اس کو بطور دلیل کے نقل کیا ہے۔"

69: میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں ہر وہ حدیث جسے امام محمد بن حسنؒ یا محدث حافظ طحاویؒ نقل کریں اس سے استدلال کرتے ہوئے وہ اس اصول کے اعتبار سے صحیح وحجت ہوگی اس لئے کہ یہ مجتہدین اور محدثین تھے جیسا کہ ہم اس کے مقام پر واضح کریں گے۔ (ق ۵۸)

70: محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں "جب ضعیف حدیث کی تائید میں ایسے قرائن مل جائیں جو اس کی صحت پر دلالت کریں تو وہ حدیث صحیح ہو جائے گی۔ اور اسی طرح فرمایا "قائل کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ صحت وضعف کا حکم ظاہر کے اعتبار سے ہوتا ہے بہرحال نفس الامر کے اعتبار سے جس پر ظاہر کے اعتبار سے ضعف کا حکم ہو اس کا صحیح ہونا جائز ہے یعنی جب اس کی صحت پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے۔ جیسا کہ مذکورہ کلام کے متصلاً اس کی مثال ذکر کی ہے کتے کے برتن میں منہ ڈالنے کے مسئلہ میں تین دفعہ غسل کافی ہے اس کو حضرت ابو ہریرہؓ کا مذہب ثابت کرنے کے ساتھ کہ یہ قرینہ ہے جو اس باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت کی صحت کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو مضعف راوی میں کمی کو دور کر دیتی ہے۔

71: اور اس میں یہ بھی ہے "حاصل یہ ہے کہ غیر مرفوع یا ایسی مرفوع روایت جو ثبوت میں دوسری مرفوع سے مرجوح ہو مقدم ہو جاتی ہے جبکہ اس کے ساتھ ایسے قرائن مل جائیں جو اس کے نبی اقدس ﷺ سے اس کے صحیح ہونے اور آنحضرت ﷺ کے اس پر دائمی عمل ہونے کا فائدہ دیں۔ (ق ۶۰)

قطعی الثبوت کی دلالت:

جو امور شریعت میں قطعی اور یقینی طور ثابت ہیں۔ اگر ان کی اپنے مدعا پر دلالت بھی قطعی ہے تو وہ امور قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوں گے اور انکا منکر یقینا کافر ہوگا اور اگر قطعی الثبوت امور کی اپنے مدعا پر دلالت ظنی ہو اور اسمیں کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو تو اس صورت میں وہ دلیل ظن کا فائدہ دے گی۔ صرف حدیث متواتر میں ہی یہ اصول نہیں چلے گا بلکہ اگر قرآن کریم کے احکامات میں بھی اگر باعتبار معنی اگر اختلاف کی گنجائش ہو تو اس کے منکر کو گمراہ ہی کہا جائے گا نہ کے کافر کیونکہ اس قطعی الثبوت کی دلالت میں ظنیت آ گئی جس سے حکم بدل گیا۔ دلالت میں قطعیت کبھی تواتر معنوی سے بھی آ جاتی ہے اور کبھی امت کا اجماع بھی اسے قطعی بنا دیتا ہے۔ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں" وانما الادلة المعتبرة ههنا المستقرء اة من جملة ادلة ظنية تضافرت على معنى واحد حتى افادت فيه القطع فان للاجتماع من القوة ماليس للافتراق ولاجله افادالتواتر القطع وهذانوع منه .فاذا حصل من استقراء ادلة المسائلة مجموع يفيد العلم فهو الدليل المطلوب وهو سبيه بالتواتر المعنوى

ترجمہ: جن دلائل کا یہاں اعتبار ہے وہ اس طرح کے ہیں کہ ادلہ ظنیہ کے استقراء سے ایک معنی واحد پر آ جمع ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں قطعیت آ گئی ہے۔ دلائل کے ایک موضوع پر مل جانے سے ان میں وہ قوت آ جاتی ہے جو ان کے علیحدہ علیحدہ ہونے میں نہ تھی اور اسی لئے تواتر بھی قطعیت کا فائدہ بخشتا ہے اور یہ بھی اسی کی ایک قسم ہے جب کسی مسئلہ کے دلائل کا استقراء کرتے ہوئے ایسا مجموع حاصل ہو جائے۔ جو یقین کا فائدہ دے تو وہ دلیل اس باب میں مطلوب ہے۔ اور یہ تواتر معنوی کی ہی طرح ہے۔ دلائل اپنے اپنے مقام پر گو اخبار احاد ہوں۔ لیکن ان کا مجموعی مفاد ضرور یقین کا فائدہ بخشتا ہے۔ مثلاً:

1- آنحضرت ﷺ نے خبر دی کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم دوبارہ تشریف

ترجمہ: امت نے اس لفظ خاتم النبین اور آنحضرت ﷺ کے احوال وقرائن سے یہی سمجھا ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول۔ اس مسئلہ ختم نبوت میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی قسم کی تخصیص ہے"۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس طرح کا تواتر اور یقین تو چند امور کو ہی حاصل ہوگا۔ ان کے سوا جو امور ہیں وہ تو سب ظنی ہوں گے۔ پھر ان کا اعتبار کیسے کیا جائے۔

جواباً عرض ہے کہ اصول دین تو واقعی سب قطعی ہونے چاہئیں اور یہ صحیح ہے کہ اسلام کے سب اصول ودلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہیں لیکن فروع میں اگر کہیں باعتبار ثبوت یا باعتبار دلالت ظنیت آجائے تو اس کا نقصان نہیں ہے۔

فروع میں ظنیت آجائے تو حرج نہیں:

محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم المدنی لکھتے ہیں "فروع میں اگر ظنیت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی مثال بالکل قانونی دفعات کی سمجھئے۔ قانون کے الفاظ اپنے اجمال کے ساتھ قطعی ہوتے ہیں اور اس کی ضمنی دفعات وتشریحات بسا اوقات ظنی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں ہر عدالت کو اختلاف کرنے کی گنجائش مل جاتی ہے۔ امام شاطبیؒ نے مقدمات کتاب کے پہلے مقدمہ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ پس فروعی مسائل کے ظنی ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ نہ ان مسائل کے تسلیم کرنے سے دین کی بنیاد ہونا ثابت ہوتا ہے"۔

حدیث کے ظنی الثبوت ہونے پر تشویش کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ قرآن کا ایک ایک حرف اگرچہ متواتر ہے لیکن اس کے باوجود جو مسائل اس سے مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے ایک ایک کے قطعی ہونے کا دعوے نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سے مسائل ایسے ہوں گے جو قرآن سے مستنبط ہوں۔ لیکن ان کی دلالت اپنے مدلول پر ظنی ہو تو اگر احتمال ظن سے حدیث چھوڑی جاسکے گی۔ تو کیا اسی راہ سے قرآن کے بہت سے مسائل بھی پادر ہوا نہ ہو جائیں گے۔ فرق رہ جائے گا تو صرف یہی کہ حدیث میں ظن ثبوت سے آرہا ہے اور ان قرآنی احکام میں دلالت کی راہ سے باقی

لائیں گے یہ بات اپنی جگہ واضح تھی۔ عیسیٰ بن مریم کے تشخص میں امت میں کبھی کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا تھا۔ بلکہ حضورﷺ نے یہ وضاحت بھی فرمادی تھی کہ وہی عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے جو مجھ سے پہلے آئے تھے اور میرے اور ان کے مابین کوئی نبی نہیں گزرا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا:۔

لیس بینی وبینه یعنی عیسیٰ علیه السلام نبی وانه نازل واجمعت الامة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی اٰخر الزمان .

اس سے پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے آنے کی خبر جس طرح تواتر معنوی سے یقینی درجہ رکھتی ہے۔ اس کی دلالت بھی اپنے مدعا پر اسی طرح واضح اور قطعی ہے۔ جہاں تک حدیث لا نبی بعدی کی دلالت کا تعلق ہے۔ قاضی عیاض کا بیان اس باب میں بہت واضح ہے۔

لانه اخبر انه ﷺ خاتم النبین ولا نبی بعده و اخبر عن الله تعالیٰ انه خاتم النبین واجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاویل ولاتخصیص فلا شک فی کفره هوء لا الطواف کلها قطعا اجماعا سمعاً.

ترجمہ: یہ اس کہ حضورﷺ نے خود فرمایا کہ آپﷺ خاتم النبین ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوگا اور خدا کی طرف سے بھی حضورﷺ نے یہی بتلایا کہ آپﷺ خاتم النبین ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں تغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں جو اس معنی کا انکار کریں۔ حضرت امام غزالیؒ کی تصریح بھی سن لیں۔

ان الامة فهمت بالاجماع من هذا الفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابدًا و عدام رسول بعده ابدًاوانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص .

لائیں گے یہ بات اپنی جگہ واضح تھی۔ عیسیٰ بن مریم کے تشخص میں امت میں کبھی کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا تھا۔ بلکہ حضورﷺ نے یہ وضاحت بھی فرمادی تھی کہ وہی عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے جو مجھ سے پہلے آئے تھے اور میرے اور ان کے مابین کوئی نبی نہیں گزرا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا:۔

لیس بینی وبینه یعنی عیسیٰ علیه السلام نبی وانه نازل واجمعت الامة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی اٰخر الزمان .

اس سے پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے آنے کی خبر جس طرح تواتر معنوی سے یقینی درجہ رکھتی ہے۔ اس کی دلالت بھی اپنے مدعا پر اسی طرح واضح اور قطعی ہے۔ جہاں تک حدیث لانبی بعدی کی دلالت کا تعلق ہے۔ قاضی عیاض کا بیان اس باب میں بہت واضح ہے۔

لانه اخبر انه ﷺ خاتم النبین ولا نبی بعده و اخبر عن الله تعالیٰ انه خاتم النبین واجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهر ہ وان مفهومه المراد به دون تاویل ولاتخصیص فلا شک فی کفره هوء لا الطواف کلها قطعا اجماعا سمعاً.

ترجمہ: یہ اس کہ حضورﷺ نے خود فرمایا کہ آپﷺ خاتم النبین ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوگا اور خدا کی طرف سے بھی حضورﷺ نے یہی بتلایا کہ آپﷺ خاتم النبین ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں تغیر کسی تاویل وتخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں جو اس معنی کا انکار کریں۔ حضرت امام غزالیؒ کی تصریح بھی سن لیں۔

ان الامة فهمت بالاجماع من هذا الفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعد ہ ابدًا و عدام رسول بعده ابدًا وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص .

خبر واحد ہو پھر عصر ثانی یا اس کے بعد اتنی قوم اس کو روایت کرے جن کا جھوٹ پر اتفاق کا وہم نہ ہو۔ اگر وہ اس طرح ہو عصر اول میں تو وہ متواتر ہوگی اور اگر عصر ثانی میں بھی اس طرح نہ ہو تو وہ احاد سے ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اصولیین کے نزدیک مشہور احاد اور متواتر کی قسیم ہے اور محدثین کے نزدیک وہ احاد کی قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ جو تواتر کی حد تک نہ پہنچے۔ (رد المحتار ص ۴۴۶ ج ۱)

مشہور کے منکر کا حکم:

صاحب نور الانوار لکھتے ہیں

لا یکفر جاحده بل یضلل علی الاصح وقال الجصاص انه احد قسمی المتواتر فیفید علم الیقین و یکفر جاحده کالمتواتر

علیمامر.

ترجمہ......اس کا انکار کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اصح قول کے مطابق وہ گمراہ قرار دیا جائے گا امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں یہ بھی متواتر کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی مثل متواتر کے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ (نور الانوار ص ۱۸۱)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں

والذی وقع الخلاف فی تبدیع منکره او تکفیره هو المشهور المصطلح عن الاصولیین لا عند المحدثین فافهم قوله "وعلی رای الثانی کافر ای بناء علی جعله المشهور قسما من المتواتر لکن قال فی التحریر والحق الاتفاق علی عدم الاکفار بانکار المشهور لآحادیة اصله.

ترجمہ......خبر مشہور کے منکر کے بدعتی ہونے اور اس کی تکفیر کے بارے میں جو اختلاف ہوا ہے یہ اس مشہور (کے منکر کے) کے متعلق ہے، جو اصولیین کے نزدیک ہے، نہ کہ جو محدثین کے نزدیک۔ پس سمجھ لو اور انکا (صاحب درمختار کا) قول "رائے ثانی کی بنا پر کافر ہے۔ یعنی مشہور متواتر کی قسم بنانے کی بنا پر وہ کافر ہوگا۔ لیکن (ابن ھمامؒ نے) فرمایا ہے تحریر الاصول میں حق یہ ہے کہ مشہور کے منکر کی عدم تکفیر پر اتفاق ہے مشہور کے اصل کے اعتبار سے آحاد ہونے کی وجہ سے۔ (ردالمحتار ص۳۴۶ ج۱)

مشہور کے منکر کی تکفیر کے بارے میں اختلاف اس وقت ہے جب اس کی تحقیر نہ کرے۔ اگر تحقیر کرے تو خواہ تحقیر یا استہزاء خبر واحد کا ہی کیوں نہ ہو کافر ہو جائے گا۔ موجودہ زمانے میں منکرین حیات اور غیر مقلدین میں یہ چیز کثرت سے پائی جارہی ہے، اعاذنا اللہ منھم.

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ مشہور کی دو قسمیں ہیں

(۱) صحیح (۲) غیر صحیح پھر غیر صحیح ہو کر عام ہے کہ حسن ہو یا ضعیف۔ (تدریب ص ۱۰۱ ج ۲)

ابن صلاح نے مقدمہ میں مشہور صحیح کی مثال میں حدیث انما الاعمال بالنیات کو بیان کیا ہے اور مشہور غیر صحیح کی مثال میں حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم کو بیان کیا ہے۔ (مقدمہ ص ۱۶۱)

ابن صلاح نے مشہور کی مثال میں حدیث انما الاعمال بالنیات کو جو بیان کیا ہے اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ حدیث مشہور نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ خیر القرون کے بعد ہوئی۔ کیونکہ اسے شہرت حاصل ہوئی ہے یحییٰ بن سعید سے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں

فانه لم یروه من طریق صحیح عن النبی ﷺ الا عمر ولم یرو عن عمر الا علقمة ولم یرو عن علقمة الا محمد بن

نقل کر رہے ہیں، امام اوزاعیؒ کا مقصد یہ تھا کہ میری سند عالی اور اصح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبہ میں لکھا ہے کہ بعض نے زہری عن سالم عن ابیہ کو اصح الاسانید قرار دیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا حماد بن ابی سلیمانؒ زہریؒ سے افقہ تھے اور ابراہیم نخعیؒ سالم سے افقہ تھے اور علقمہؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فقاہت میں کم نہ تھے۔ اگرچہ ابن عمرؓ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، لیکن اسود کو بھی بہت فضیلت ہے، اور عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ تھے اس پر امام اوزاعیؒ خاموش ہو گئے۔

(مسند امام اعظم ص ۵۰، مناقب موفق مکی ص ۱۳۱ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک اصح الاسانید کا معیار اور ہے اور ترجیح کا معیار اور ہے۔ حافظ صاحب نے جو لکھا ہے کہ جس کو اصح الاسانید کہا گیا ہو وہ دوسروں پر مقدم ہوگی ایسا بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ نے جن روایات پر عمل کیا تھا وہ ان کے نزدیک اصح الاسانید تھیں دوسروں کا معیار وہ قبول نہ کریں تو وہ امام اعظمؒ ہیں انہیں یہ حق حاصل ہے وہ افقہ الفقہاء ہیں خود حافظ ابن حجر جن کے مقلد ہیں یعنی امام شافعیؒ وہ امام صاحبؒ کی مدح میں رطب اللسان ہیں اور فرماتے ہیں لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔

لہٰذا امام صاحبؒ کا معیار ہی ہم مقلدین کے نزدیک بلند ہے، پھر امام صاحبؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ علقمہؒ فقاہت میں حضرت ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، اور یہ بات فرمانے کا امام صاحب حق رکھتے ہیں کیونکہ ایک فقیہ دوسرے فقیہ کو بخوبی جانتا ہے اور امام صاحب تو سید الفقہاء ہیں اور ویسے بھی یہ ممکن ہے کہ غیر صحابی صحابی سے زیادہ فقیہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بدری صحابی ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کنت انا اصغر القوم میں قوم میں سے سب سے چھوٹا تھا۔ (بخاری ص ۱۷) حضرت ابن مسعودؓ یقیناً عمر میں حضرت ابن عمرؓ سے بہت بڑے ہیں، اور بڑے صحابہ کو پہلی صف میں کھڑا ہونے کا حکم خود نبی اقدس ﷺ نے دیا، تو وہ نماز کے طریقہ سے زیادہ واقف ہوں گے۔

سے ثقات نے نقل کی ہوں وہ صحیح ہیں۔ بہت کم ان سے ساقط ہیں۔ امام ابوزرعہ فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کے بارے میں حسن بصریؒ نے فرمایا قال رسول اللہ میں نے اس کے لئے اصل ثابت پا لی سوائے چار احادیث کے۔ یحیی بن سعید قطان فرماتے ہیں جس حدیث کے بارے میں حسن فرمائیں قال رسول اللہ ہم نے اس کی کوئی نہ کوئی اصل پالی سوائے ایک یا دو احادیث کے

175: امام ابن سیرین کی مراسیل:

میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں اس طرح ابن سیرین کی مراسیل بھی صحیح ہیں۔ الجواہر النقی میں ہے کہ ابو عمر ابن عبدالبر التمہید کے شروع میں فرماتے ہیں ہر وہ راوی جس کے بارے میں مشہور ہو کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتا تو اس کی تدلیس اور ارسال مقبول ہے۔ پس سعید بن مسیب، محمد بن سیرین، ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔

176: محمد بن المنکدر کی مراسیل:

محمد بن المنکدر کی مراسیل بھی صحیح ہیں۔ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں میں نے کسی آدمی کو محمد بن المنکدر سے عمدہ نہیں دیکھا کہ وہ قال رسول اللہ کہے اور وہ یہ سوال نہ کیا جائے کہ یہ کس سے ہے۔ ابن المنکدر کی تحری کی وجہ سے تہذیب میں اسی طرح ہے۔

177: ثقات تابعین اور تبع تابعین میں سے ایک جماعت کی مراسیل

تدریب الراوی میں ہے یحیی بن سعید نے فرمایا سعید بن جبیر کی مراسیل مجھے عطاء کی مراسیل سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ کہا گیا کہ مجاہد کی مراسیل آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا طاؤس کی فرمایا جو ان میں سے زیادہ قریب ہو اور عمر بن دینار کی مرسلات مجھے محبوب ہیں۔ اور معاویہ بن قرہ کی مراسیل مجھے زید بن اسلم کی مراسیل سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور مالک بن انس کی مراسیل مجھے پسند ہیں اور قوم میں از روئے حدیث کے ان سے کوئی اصح نہیں ہے۔

اس لئے کہ یہ تعدیل، تعدیل مفسر کے حکم میں ہے اس لئے کہ یہ بتلا رہی ہے کہ معدل جارحین کے اقوال سے واقف ہے اور ان اقوال کا اس کے نزدیک کوئی اثر نہیں ہے۔ اور اس کا تعدیل مفسر سے ہونا ان کے کلام کے تتبع سے ظاہر ہوا ہے۔ خاص کر حافظ ابن حجرؒ کے اس کلام سے جو مقدمہ فتح الباری میں مذکور ہے جب انہوں نے صحیحین کے راویوں پر بعض محدثین کی کی گئی جرح کا جواب دیا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

ائمہ کے نزدیک جس کی عدالت اور امامت ثابت ہو اس میں جرح مفسر بھی اثر نہیں کرے گی:

212: جس کی عدالت ثابت ہو اور امت اس کی امامت پر یقین رکھتی ہو اس کے بارے میں کوئی جرح موثر نہ ہوگی خواہ جرح مفسر ہی کیوں نہ ہو اور اس کی حدیث صحیح ہوگی فقط حسن بھی نہ ہوگی۔ ابو جعفر ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔ نہیں ہے کوئی ایک جو عکرمہ کے علم فقہ اور علم قرآن اور تفسیر قرآن اور کثرت روایت احادیث میں مقدم ہونے کی نفی کر سکے۔

اور وہ اپنے مولا (ابن عباسؓ) کے علوم کا عالم تھا اور ابن عباسؓ کے ان اصحاب کی تائید اسے حاصل ہو جائے اور وہ جواز شہادت کا مستحق ہو جائے۔ اور جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں جرح مقبول نہیں ہوتی اور نہ ظن کی وجہ سے اس کی عدالت ساقط ہوتی ہے۔

213: میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں کہ یہ عکرمہ ہے پہلوں میں سے ایک جماعت نے اس پر جرح کی ہے لیکن محدثین نے ان کی طرف توجہ نہیں کی اس کی عدالت اور امامت کے ثبوت کی وجہ سے اور اس کی حدیث کو صحیح شمار کیا ہے۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں اگر ہر آدمی پر جو کچھ اس کا مذہب ہونے کا دعوی ہونے کا کیا گیا ہو اس کا دعوی تسلیم کر لیا جائے اور اس کی عدالت ساقط ہو جائے اور اس سے اس کی شہادت باطل ہو جائے تو اکثر محدثین امصار کا ترک لازم آئے گا اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کی کسی نہ کسی قوم نے اپنے پسندیدہ عقائد کی طرف منسوب نہ کیا

ہو۔

رئیس المحدثین، امام المناظرین، قدوۃ المحققین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی لکھتے ہیں جس طرح پانی دو قسم پر ہے قلیل اور کثیر۔ قلیل پانی جو بالٹی میں ہو وہ ایک قطرہ پیشاب گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے، مگر کثیر پانی مثلاً دریا یا سمندر میں دس بالٹیاں بھی پیشاب کی ڈال دیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح راوی دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی امامت اور عدالت امت میں مسلم ہے ان کی مثال سمندر کی سی ہے ایسے راوی جرح مفسر سے بھی مجروح نہیں ہوتے کیونکہ ان کی شہرت کے مقابلہ میں یہ جرح شاذ ہے جیسے امام بخاریؒ کو ان کے اساتذہ امام ابوزرعہؒ اور ابو حاتمؒ نے متروک قرار دیا مگر ان کی مسلمہ امامت کی وجہ سے جمہور نے اس کو قبول نہیں کیا اگر چہ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ نے امام بخاریؒ کی سند سے کوئی حدیث نہیں لی۔ دوسرے عام راوی ہیں ان کی مثال قلیل پانی کی ہے ان پر کوئی ایسا فسق ثابت کر دیا جائے جس کا گناہ ہونا امت میں متفق علیہ ہو تو اس کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے گا یا یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس کا حافظہ اتنا کمزور تھا کہ وہ حدیث یاد نہیں رکھ سکتا تھا تو بھی اس کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے گا۔

(تجلیات صفدر ص ۶۶ ج ۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ائمہ کے بارے میں حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا ہے کہ کسی کی جرح قبول نہیں ہوگی حضرت کے اس فرمان کی تائید میں علامہ تاج الدین سبکیؒ کا قول نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں

قاعدة ضرورية نافعة لا تراها في شيء من كتب الاصول فانك اذا سمعت ان الجرح مقدم على التعديل و رأيت الجرح والتعديل و كنت غراً بالأمور او فدماً مقتصراً على منقول الاصول حسبت ان العمل على جرحه فاياك ثم اياك والحذر ثم الحذر من هذا الحسبان.

ترجمہ: جرح اور تعدیل میں ایسا قاعدہ جو ضروری ہے اور نفع دینے والا ہے جسے تو کتب اصول میں سے کسی کتاب میں نہیں دیکھے گا۔ اس لئے کہ جب تو سن چکا ہوگا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور تو جرح کو اور تعدیل کو دیکھے گا اور تو امور سے دھوکہ کھانے والا ہوگا اور اصولوں کو کم سمجھنے والا ہوگا تو گمان کرے گا کہ جرح پر عمل کرنا ہے تو اس سے بچ کر رہ پھر بچ کر رہ اور بچاؤ کو اختیار کر ہر قسم کے بچاؤ کو اس گمان سے۔ آگے لکھتے ہیں

بل الصواب عندنا ان من ثبت امامته و عدالته و كثر مادحوه و مزكوه و ندر جارحوه و كانت هناک قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي او غيره فانا لانلتفت الى الجرح فيه و نعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذا الباب و اخذنا تقديم الجرح على اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذ مامن امام الاوقد طعن فيه طاعنون و هلک فيه هالكون. (قاعدة فى الجرح والتعديل ص ١)

ترجمہ ...... بلکہ ہمارے ہاں درست بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کی امامت اور عدالت ثابت ہو چکی ہو اور اس کے مدح کرنے والے اور تزکیہ کرنے والے کثیر ہوں اور اس پر جرح کرنے والے قلیل ہوں اور وہاں کوئی قرینہ بھی قائم ہو جائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ جرح مذہبی تعصب وغیرہ کی بنا پر ہے، پس ہم اس صورت میں جرح کی طرف دھیان نہیں دیں گے اور ہم عدالت پر عمل کریں گے وگرنہ اگر ہم نے یہ دروازہ کھول لیا اور مطلق جرح کو تعدیل پر مقدم کرنا شروع کر دیا تو ائمہ میں سے کوئی امام بھی سالم نہیں بچے گا اس لئے کہ کوئی امام ایسا نہیں ہے جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور ہلاک ہونے والے اس میں ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

خدا کروڑوں رحمتیں نازل کرے علامہ سبکیؒ پر کیسا عمدہ اصول ذکر فرمایا جب امام اعظمؒ محفوظ نہ رہے دار قطنی نے ضعیف کہہ دیا، اور امام بخاریؒ کو ان کے اساتذہ نے متروک کر دیا تو اور کون بچ سکتا ہے؟ بلکہ علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں کہ علماء میں سے بعض کا قول بعض کے بارے میں نہیں سنا جائے گا۔ چنانچہ لکھتے ہیں

وقد عقد الحافظ ابو عمر بن عبدالبر فی کتاب العلم بابا فی حکم قول العلماء بعضهم فی بعض بدأ فیه بحدیث الزبیر رضی الله عنه دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء. الحدیث و روی بسنده عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال استمعوا علم العلماء ولا تصدقوا بعضهم علی بعض فوالذی نفسی بیده لهم اشد تغایراً من التیوس فی زروبها وعن مالک بن دینار یوخذ بقول العلماء والقراء فی کل شیء الا قول بعضهم فی بعض.

ترجمہ......اور ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں باب باندھا ہے ایک دوسرے کے بارے میں علماء کے اقوال کے حکم کے بیان میں اور ابتداء کی ہے حدیث زبیرؓ کے ساتھ کہ تم سے پہلی امتوں کی بیماری تمہارے پاس بھی آئے گی حسد اور بغض۔ اور روایت کیا ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو کہ انہوں نے فرمایا علماء کا علم سنو اور ان میں سے بعض کی بعض کے خلاف تصدیق نہ کرو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان میں بکروں سے بھی زیادہ غیرت ہوتی ہے اپنے باڑوں میں اور مالک بن دینار سے روایت کیا کہ علماء اور قراء کا قول ہر چیز میں لے لینا مگر جب ان کا قول ایک دوسرے کی مخالفت میں ہو تو نہ لینا۔

معلوم ہوا کہ ائمہ کے بارے میں اور ان راویوں کے بارے میں جن کی عدالت یا امامت مسلمات میں سے ہو جرح نہیں سنی جائے گی۔

ہر جارح کا قول نہیں لیا جائے گا اگر چہ جارح ائمہ سے ہو اس لئے کہ کبھی اس کی جرح کو قبول کرنے سے موانع منع کر دیتے ہیں۔

214: ہر جارح کا قول لینا جائز نہیں ہے خواہ جس راوی کے بارے میں بھی ہو اگر چہ جارح ائمہ یا مشاہر علماء امت سے ہو اس لئے کہ اکثر کوئی نہ کوئی ایسا مانع پایا جاتا ہے جو اس پر جرح کو قبول کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس وقت اس کی جرح کو رد کرنے کا حکم لگا دیا جائے گا۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں جو ماہرین پر مخفی نہیں ہیں۔

215: ان اسباب میں سے کہ جن کی وجہ سے جرح قبول نہیں ہوتی یہ بھی ہے کہ جارح خود مجروح ہو پس اس وقت اس کی جرح کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور اسی طرح اس کی تعدیل کی طرف بھی توجہ نہیں کی جائے گی الا یہ کہ اس کا غیر اس کی موافقت کرے۔ جیسے ازدی پس اس کی زبان میں شدت ہے اور وہ جرح میں اسراف کرنے والا ہے۔

ذھبیؒ ابان بن اسحاق المدنیؒ کے ترجمہ میں ابوالفتح ازدی کی جرح انہ متروک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ میں (ذھبیؒ) کہتا ہوں ترک نہ کیا جائے گا اس لئے کہ احمد اور عجلی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور ابوالفتح جرح میں اسراف کرنے والا ہے اور اس کی بہت بڑی تصنیف مجروحین میں ہے جس میں اس نے ایک مخلوق پر اپنی طرف سے جرح کی ہے کہ جن پر کسی نے بھی اس سے پہلے جرح نہیں کی حالانکہ یہ خود متکلم فیہ ہے۔

216: ابن حبان فرماتے ہیں کہ محال ہے کہ مجروح کی کلام سے عادل کو مجروح کیا جائے۔

217: ان اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ جارح متعنتین متشددین فی الجرح میں سے ہو اس لئے کہ ائمہ جرح و تعدیل کی ایک بڑی جماعت ہے جو جرح میں متشدد ہے اور وہ

راوی کو ادنی جرح کی وجہ سے مجروح کر دیتی ہے اور اس پر ان جروحات کا اطلاق کر دیتی ہے جس کا اطلاق مناسب نہیں ہوتا اس جیسے متشدد کی توثیق تو معتبر ہے مگر جرح اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کوئی ایسا آدمی جو انصاف کرنے والا ہو اور اس کا اعتبار بھی کیا جا سکتا ہو وہ اس کی موافقت نہ کر دے متعنتین متشددین میں سے ابو حاتم نسائی ابن معین ابو الحسن، یحییٰ بن سعید القطان، ابن حبان وغیرہ ہیں اس لئے کہ یہ جرح میں اسراف اور تعنت میں معروف ہیں۔

218: ذھبیؒ میزان الاعتدال میں سفیان بن عیینہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ابن قطان رجال کے بارے میں بہت زیادہ متعنت ہے۔ اسی طرح سیف بن سلیمان المکی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ یحییٰ قطان نے باوجود اپنے تعنت کے سیف سے روایت کی ہے اور اسی طرح حارث اعور کے ترجمہ میں فرماتے ہیں حارث کی حدیث سنن اربعہ میں ہے اور نسائی نے باوجود اس کے رجال میں متعنت ہونے کے اس سے احتجاج کیا ہے اور اس کے امر کو قوی قرار کیا ہے اور ذھبیؒ عثمان بن عبد الرحمٰن الطرائفی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں اور بہر حال ابن حبان وہ اپنی عادت کے مطابق گرج رہا ہے۔

219: حافظ ابن حجرؒ "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" میں فرماتے ہیں کہ ابن حبان بسا اوقات ثقہ پر بھی جرح کر دیتا ہے گویا اسے نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے سر سے کیا نکل رہا ہے۔ الرفع والتکمیل میں اسی طرح ہے۔

221: اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ علامہ ذھبیؒ نے ان محدثین کو جنہوں نے راویوں کے بارے میں کلام کیا ہے مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے

(1) وہ حضرات جنہوں نے تمام راویوں کے بارے میں کلام کیا ہے جیسے ابن معین اور ابو حاتم۔

(2) وہ حضرات جنہوں نے اکثر راویوں کے بارے میں کلام کیا ہے جیسے امام مالکؒ اور شعبہؒ

(3) وہ حضرات جنہوں نے ایک راوی کے بعد دوسرے راوی کے بارے میں کلام کیا ہے جیسے ابن عینیہ اور امام شافعیؒ مزید فرمایا ان تینوں کی آگے تین اقسام ہیں

(1) ایک قسم ان میں سے جو جرح میں متشدد اور تعدیل میں مسبط ہیں چشم پوشی کرتے ہیں۔ وہ راوی سے دو تین غلطیوں کے ساتھ پس اسکے قول کو داڑھوں سے مضبوطی سے پکڑلو اور اسکی توثیق کے ساتھ استدلال کرو اور جب یہ کسی راوی کی تضعیف کریں تو غور کرو کیا اسکے علاوہ کوئی اسکے ضعف پر متفق ہے پس اگر متفق ہو اور کوئی بھی اس آدمی کو ثقہ بیان نہ کرے ماہر فن میں سے تو یہ ضعیف ہے۔ اور اگر کوئی اسکی ثقاہت بیان کردے تو یہ اس طرح ہے جس طرح انہوں نے کہا اسکے بارے میں اب اسکے بارے میں جرح قبول نہیں کی جائے گی الا یہ کہ جرح مفسر ہو یعنی اسکے بارے میں ابن معین کا ضعیف ہونے کا قول قابل قبول نہیں اگر اسکے ضعف کا سبب بیان نہ کریں۔ پھر امام بخاریؒ وغیرہ جو انکی توثیق بیان کرتے ہوں۔

222: (2) دوسری قسم ان میں سے وہ ہے جو تسامح کرتے ہوں جیسے ترمذی اور حاکم۔

(3) اور تیسری قسم ان میں سے معتدل ہے جیسے امام احمد، دار قطنی اور ابن عدی۔

اور حافظ ابن حجر نکت ابن صلاح میں فرماتے ہیں کہ بے شک ناقدین حضرات میں سے ہر طبقہ میں متشدد اور متوسط حضرات موجود ہیں۔

(1) طبقہ اولی جیسے شعبہ اور سفیان اور شعبہ سفیان ثوری سے متشدد ہیں۔

(2) طبقہ ثانیہ جیسے یحیی قطان اور ابن مہدی اور یحیی ابن مہدی سے متشدد ہیں۔

(3) طبقہ ثالثہ جیسے یحیی بن معین اور احمد بن حنبلؒ اور یحیی بن معین احمد سے متشدد ہیں۔

(4) طبقہ رابعہ جیسے ابوحاتم و بخاری اور ابوحاتم بخاری سے متشدد ہیں۔

223: اور متاخرین میں سے بعض (نقد رجال کے بارے میں) متشدد ہیں ان میں سے

(1) ابن جوزی ہیں جو کتاب الموضوعات اور علل متناھیہ کے مصنف ہیں

(2) اور عمر بن بدر الموصلی ہیں جو موضوعات کے بارے میں رسالہ کے مصنف ہیں جو

ابن جوزیؒ کی کتاب موضوعات سے تلخیص کیا گیا ہے

(3) الرضی الصاغانی اللغوی ہیں ان کے موضوعات کے بارے میں دو رسالے ہیں

(4) جوزقانی جو مصنف کتاب الاباطیل ہیں

(5) شیخ ابن تیمیہؒ الحرانی ہیں جو منہاج السنۃ کے مصنف ہیں

(6) اور المجد اللغوی ہیں جو القاموس اور سفر السعادہ کے مصنف ہیں اور انکی مثل دوسرے بھی ہیں یہ سب احادیث پر جرح کرنے میں سخت ہیں۔ پس وہ جلدی کرتے ہیں حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں اس کے راوی میں تھوڑا سا عیب پائے جانے کی وجہ سے یا اس راوی کے دوسری حدیث کی مخالفت کرنے کی وجہ سے۔ پس انہوں نے بہت ساری قوی حدیثوں پر وضع یا ضعف کا حکم لگایا ہے اور بہت ساری ضعیف حدیثوں پر تھوڑے سے ضعف کی وجہ سے انہوں نے مضبوط جرح کے ساتھ حکم لگایا ہے۔ پس ضروری ہے کہ عالم کے لئے جلدی نہ کرے ان کے اقوال کے قبول کرنے میں بغیر ان کے احکام کی وضاحت کے۔ یہ ضابطہ علامہ عبدالحیٰ لکھنویؒ کی کتاب الرفع والتکمیل میں اسی طرح ہے۔

224: میں (عثمانیؒ) کہتا ہوں جارحین میں بعض ایسے بھی ہیں جو خاص شہروں کے راویوں پر جرح کرنے میں سخت ہیں۔ یا بعض مخصوص مذاہب کے راویوں پر نہ کہ وہ تمام راویوں پر جرح کرنے میں سخت ہیں۔

(1) جیسے جوزجانیؒ یہ خاص طور پر کوفی راویوں پر جرح کرنے میں سخت ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں جوزجانی کی کوفیوں پر چڑھائی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

225: امام ذھبیؒ جو اپنے معلوب الحال اور حد درجہ پرہیزگاری کی وجہ سے صوفیہ اور اشاعرہ پر جرح کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ تاج الدین سبکی اپنی کتاب طبقات شافعیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے شیخ امام ذھبیؒ ہیں انکی علمی کمال اور دیانتداری مشہور ہے لیکن اھل السنۃ کے بارے میں انتہائی غلو کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ لہذا انکی بات پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اگر

چہ وہ وہ ہمارے شیخ اور استاد ہیں لیکن حق زیادہ لائق ہے اتباع کرنے کے اور وہ تعصب میں اس درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں کہ آدمی کو اس سے حیا آتی ہے۔

(1) دارقطنیؒ اور انکی مثل متاخرین میں سے محدثین ہیں یہ امام ابوحنیفہؒ واصحاب ابی حنیفہؒ کے بارے میں سخت ہیں۔ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو ان کی کتب کا مطالعہ کرے۔ علامہ بحر العلوم اپنی کتاب فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں کہ مذکی بیان کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو جرح وتعدیل کے اسباب جانتا ہوں اور انصاف کرنے والا ہونا صحیح ہو۔ نہ وہ متعصب ہو اور نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا ہو۔ کیونکہ متعصب آدمی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسے دارقطنیؒ نے امام ابوحنیفہؒ پر عیب لگایا کہ وہ حدیث کے بارے میں ضعیف ہیں۔ اس سے بڑھ کر کونسی بدبختی ہوگی حتی کہ بحرالعلوم فرماتے ہیں حق بات یہ ہے کہ جو اقوال دارقطنیؒ سے اس بڑے امام کے بارے میں صادر ہوئے ہیں وہ تمام تعصب کی بنا پر صادر ہوئے ہیں وہ توجہ کے لائق نہیں ہیں۔ اللہ کے نور کو منہ کے پھونکوں سے نہیں بجھایا جاسکتا، اس کو اچھی طرح یاد کرلے۔

226:(1) خطیب بغدادی مصنف تاریخ بغداد بتنویر الصحیفہ کے مصنف فرماتے ہیں "خطیب کے کلام سے دھوکہ مت کھا وہ بھی علماء کی ایک جماعت کے بارے میں سخت متعصب ہے جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اور احمد کے بعض اصحاب کے بارے میں۔ اور ان پر زیادتی کی ہر وجہ سے اور لکھی ہے اس بارے میں انکے بعض نے السہم المصیب فی کبد الخطیب (2) اور بہر حال ابن جوزیؒ نے خطیب کی اتباع کی ہے اسی طرح الرفع والتکمیل میں ہے۔

227: محدث ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابن جوزیؒ کا خطیب کی اتباع کرنا یہ عجیب ہے۔ ابوالعباس القاضی عمر السروجی نے ابن جوزی سے یہ بات نقل کی ہے ابن جوزی فرماتے ہیں خطیب کی جرح وتعدیل کو قبول کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ خطیب سے منقول باتیں قلت دین پر دلالت کرتی ہیں یہی بات علامہ عینیؒ نے البنایہ میں لکھی ہے۔

228: اور تاج الدین سبکیؒ طبقات الشافعیہ میں فرماتے ہیں کہ ائمہ کے اس قاعدے کو کہ

جرح تعدیل پر مقدم ہے مطلق سمجھنے سے ڈر بلکہ درست بات یہ ہے کہ جس شخص کی امامت و عدالت ثابت ہو اور اسکی تعریف کرنے والے زیادہ ہوں اور اس پر جرح کرنے والے کم ہوں اور ساتھ وہاں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اس پر جرح کا سبب تعصب مذہبی ہے یا کوئی دوسرا سبب ہے تو اس وقت اسکی جرح قابل قبول نہیں رہے گی۔ اور طبقات شافعیہ میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ ہم تجھ کو یہ بات بتاتے چلیں کہ جارح کی مفسر جرح بھی اس شخص کے بارے میں قبول نہیں کی جائے گی جس کی نیکیاں اچھائیاں اسکے گناہوں پر غالب ہوں اور اس کے تعریف کرنے والے زیادہ ہوں اور اسکی مذمت کرنے والوں سے اور اسکی عدالت بیان کرنے والے زیادہ ہوں اس پر جرح کرنے والوں سے کوئی ایسا قرینہ پایا جائے کہ کہ اس پر جرح ہے وہ تعصب مذہبی یا دنیاوی منافرت کی وجہ سے ہے جیسا کہ یہ عام طور پر ہم عصروں کے درمیان ہوتا ہے یا اس کے علاوہ پس اسی وجہ سے امام ثوریؒ اور انکے علاوہ دوسری کلام ابوحنیفہؒ کے بارے میں قابل توجہ نہیں ہے اور ابن ابی ذئب وغیرہ کی کلام امام مالکؒ کے بارے میں اور ابن معین کی امام شافعیؒ کے بارے میں اور امام نسائیؒ کی احمد بن الصالح المصری کے بارے میں اور اسکی مثل دوسروں میں اور اگر ہم جرح کو مطلقاً مقدم رکھیں تو ائمہ میں سے کوئی ایک بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ ہر امام کے بارے میں طعن کرنے والوں نے طعن کیا ہے اور ھلاک ہونے والے اس میں ھلاک ہوئے ہیں۔

229: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب جرح تعصب مذہبی یا دشمنی یا منافرت یا کسی اور وجہ سے صادر ہو جائے تو ایسی جرح مردود ہے اور اسی طرح ہم عصروں کی بعض کی بعض کے بارے میں جرح جب بغیر حجت اور دلیل کے ہو تو ایسی جرح تعصب اور منافرت پر مبنی ہوگی اور اگر ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو جرح مقبول ہوگی اچھی طرح بات کو سمجھ لے۔